



پیش لفظ

ایمان کیا ہے؟ اے۔ کے۔ بروہی کے استاد جناب آئی. آئی. قاضی کا کہنا ہے:

”اس ایمان یہ ہے کہ جس شخصیت پر آپ کو اعتماد ہے آپ اس کی ہر بات کوئی دلیل مانگے بغیر محض اس کا فرمان سمجھ کر مان لیں۔“ موصوف کے قول کی ایک درخشندہ مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان ہے۔ واقعہ معراج کے بعد اس امت کا فرعون ابوجہل آپ کے پاس گیا اور معراج کے سفر کی تفصیلات بتانے والے کا نام لیے بغیر ان سے بیان کہیں اور پوچھا کہ اگر کوئی ایسی (ناقابل یقین!) باتیں کرے تو تم اسے کیا کہو گے؟ آپ نے فرمایا:

”یہ باتیں کہی کس نے ہیں؟“ ابوجہل کہنے لگا: ”یہ باتیں اس نے کہی ہیں جس کو تم نبی مانتے ہو۔“ اس پر یارِ غار سفرِ ہجرت اور آخری آرام گاہ میں آپ کے رفیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر یہ باتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہیں تو پھر یہ درست ہی درست ہیں۔“

ذات باری کے وجود پر اس کائنات کا ذرہ ذرہ شاہد ہے لیکن اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اللہ تعالیٰ کو کیوں مانتے ہو تو میرا جواب ہوگا کہ ذات حق پر ایمان لانے کے لیے بس اتنی دلیل کافی ہے کہ یہ بات اس نے کہی ہے جس سے زیادہ سچا اس کائنات میں نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہا جاتا ہے کہ ع ”شہیدہ کے بود مانند دیدہ“ (سنی ہوئی بات دیکھے ہوئے منظر کے برابر کیسے ہو سکتی ہے؟) لیکن ذرا دیکھیں جگر مراد آبادی کہتے ہیں کہ آپ کے سچے لبوں سے سنا تو ان دیکھا خدا (گویا) آنکھوں دیکھا خدا ہو گیا۔ اصل فارسی شعریوں ہے:

از لب صداقت شنیدہ

نادیدہ خدا خدائے دیدہ

نعت کے ایک اور فارسی شعر کا مفہوم یوں ہے: کہ واعظ اللہ تعالیٰ کے وجود کی کیا کیا دلیل پیش کرتے رہتے ہیں لیکن (سچی بات تو یہ ہے کہ) کسی بھی واعظ کے پاس ایسی

دلیل نہیں ہے جیسی برہان (محمد علی قزوینی) میرے پاس ہے۔ اصل شعر ملاحظہ ہو۔

ز برہان تابہ ایمان سنگ ہا دارد در واعظ

ندارد بیج واعظ نہجو برہانے کہ من دارم

ایمان سے بڑی دولت اور کیا ہے؟ یہ تو ایسی دولت ہے کہ جان سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ کیا خوب کہا گیا ہے: ”جان صدقہ ایمان“... اب ذرا غور فرمائیں کہ جس کی روشنی اور جس کی رہنمائی اس دولت ایمان کے حصول کا ذریعہ بنی اس سے بڑا محسن کون ہوگا؟ آپ پر درود پڑھنا اور آپ کی خدمت اقدس میں سلام بھیجنا اس احسان کا ایک اعتراف ہی تو ہے۔

دوسری صدی ہجری میں پیدا ہونے والے ایک بزرگ گزرے ہیں اہم گرامی ہے: امام حافظ اسماعیل بن اسحاق القاضی الازدی (ولادت 198ھ۔۔ وفات 282ھ)۔ فضیلت درود و سلام پر لکھی گئی جو قدیم ترین کتاب اس وقت دستیاب ہے اسی بزرگ کی تالیف کردہ ہے۔ اس صدی کے سب سے بڑے محقق حدیث امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق و تخریج سے اس کتاب کو مزین کیا ہے۔ کتاب کا نام ہے: ”کتاب فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ اور زمانہ تالیف تیسری صدی ہجری ہے۔ اس وقت پندرہویں صدی ہجری چل رہی ہے۔ اس دوران درود و سلام کی فضیلت پر بے شمار کتابیں اور رسالے لکھے گئے ہیں اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ قیامت تک یوں ہی جاری رہے گا۔ زیر نظر رسالہ بھی اسی سلسلے کی ایک ماہرانہ کوشش ہے۔

یہ رسالہ کیا ہے؟ کیسا ہے؟ اور کیوں لکھا گیا ہے؟ اس کے لیے میں خود کیا عرض کروں؟ آپ خود ملاحظہ فرمائیں۔ نیز مختلف اصحاب کے تاثرات جو رسالہ خدا کے متعلق دیے گئے ہیں ان کو ایک نظر دیکھ لیں۔ قارئین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اس رسالہ کو پڑھتے ہوئے میری جو کوتاہیاں ان کی نظر سے گزریں ان کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آنکندہ ایڈیشن میں ان کے مشوروں پر عمل کیا جاسکے۔

بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ: ”تمتع زہر گوشہ یا فتم“... میں نے تمام دستیاب کتب متعلقہ اور

اصحاب علم و فضل و بصیرت کی ایک معتد بہ تعداد سے ہر ممکن استفادہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اعتراف کرنا اور ہدیہ تشکر ادا کرنا واجب ہے۔ ان سب حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین یا رب العالمین۔!

حرف آخر کے طور پر تہرک کے لیے چند نعتیہ دعائیا شعاردرج کیے جاتے ہیں۔

بجا کہ عمر ہے کوتاہ ' طبع ہے سہماں
دعا یہ ہے ترے دیں سے وفا زیادہ ہو
موسمِ خُبِ نبیؐ میں پھلیں غنچے میرے
ذکرِ سنِ سن کے ترّا نسلِ جواں ہو میری

(ریاضِ مجید)

جیتے جی دل میں یاد ہو تیری
مرتے دم لب پہ ہو تیرا مذکور

(حالیؒ)

الہی! نزع کا جب وقت ہو جس دم اجل آئے
زبان پر میری اس دم نامِ احمدؐ بر محل آئے

(محمد اعلیٰ سوداگرؒ)

نکیر و منکر آئیں قبر میں میری یہی کہتے
کہ سو آرام سے یادِ خداؐ حُبِ پیمرؐ میں

(محسن کا کورویؒ)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی خَيْرَ خَلْقِهِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاتَّبَاعِهِ اَجْمَعِينَ اَلٰمِ يَوْمَ الدِّينِ۔

حافظ محمد سلیمان

۵۶ری۔ بمن آباد۔ فیصل آباد

تعارفی و توثیقی کلمات

نامور عالم اور محقق مولانا محمد اسحاق صاحب

(شہرہ آفاق رسالہ ”وحدت امت“ کے مصنف)

حافظ محمد سلیمان حفظہ اللہ راقم سطور ہذا کے خطبہ جمعہ میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد سوال و جواب کی جو مجلس ہوتی ہے اس میں بھی بھرپور شرکت کرتے ہیں اس دوران میرے ایک خطبہ جمعہ پر مبنی نہایت ہی مقبول کتاب ”وحدت امت“ کی اشاعت کی ابتدائی کوششوں میں ان کا حصہ قابل ذکر ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن مسانیر المؤمنین۔!

ان کی ایک بات مجھے بہت پسند ہے کہ انھوں نے اپنے طالب علمانہ ذوق و شوق کو اس عمر میں بھی برقرار رکھا ہے۔ مطالعہ کتب میں وہ اپنی ترجیحات کے مطابق اہداف برقرار رکھتے ہیں۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور احادیث مبارکہ اس ضمن میں سرفہرست ہیں۔

کم و بیش دو سال سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی فرضیت فضائل اور تاکید کے موضوع پر ان کی تحقیق جاری رہی ہے۔ اس سارے عرصہ میں اس موضوع پر ایک ایک حدیث کی تحقیق انھوں نے میری رہنمائی میں کی ہے۔ زیر نظر رسالہ اسی مسلسل کاوش کا نتیجہ ہے۔

مجھے یہ توثیق و تصدیق کرتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ رسالہ ہذا میں درج تمام احادیث مبارکہ ان کے متون اور تراجم میرے علم و تحقیق کے مطابق مستند صحیح اور قابل اعتماد ہیں ان احادیث شریفہ کو انھوں نے ایک سلیقہ کے ساتھ دس ابواب میں مرتب کیا ہے۔ پہلے ہر باب کا عنوان دیا گیا ہے پھر احادیث مبارکہ مع ترجمہ درج کی گئی ہیں اور باب کے آخر میں ان احادیث کا سلیس زبان میں مختصر مگر جامع خلاصہ دیا گیا ہے۔ اس طرح سے ۱۲

رسالہ کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔

مجھے امید ہے کہ جو مسلمان بھی اس رسالہ کو پڑھے گا اس کی نسبت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور زیادہ پختہ ہوگی اور اس طرح وہ دونوں جہانوں کی سعادتوں کے امیدواروں میں شامل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ!

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے اسے قبولیت عامہ عطا فرمائے اور مفید خلائق بنائے۔! (آمین)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُقَدِّمَتَا (طبع اول)

پروفیسر ڈاکٹر آغا محمد سلیم اختر

ایم. فل (مدینہ یونیورسٹی) پی. ایچ. ڈی (پنجاب یونیورسٹی)

صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج فیصل آباد

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم النبيين و اشرف المرسلين سيد الاولين والآخرين محمد بن عبد الله النبي الامي و على اله و صحبه اجمعين -

اما بعد فقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من لم يشكر الناس لم يشكر الله -"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر بجا نہیں لاتا۔"

شکر کسی عطائے نعمت، احسان یا نوازش و کرم نوازی پر ہوتا ہے۔ احسان و نعمت جس قدر عظیم ہو شکر اسی قدر زیادہ واجب ہوگا۔ اس بسیط ارض پر بسنے والا بڑے سے بڑا انسان جو پوری انسانیت کی فلاح اور تمام بشریت کی کامرانی کا ضامن بن کر مبعوث ہوا، جس کا سینہ بنی نوع انسان کی ہمدردی اور غم گساری سے لبریز تھا، جو ہر ہر انسان کے دکھوں کی آنچ اپنے دل میں محسوس کرتا تھا، جس کی ایک ہی خواہش، ایک ہی امنگ، ایک ہی تڑپ تھی کہ یہ انسان دنیا میں الحق کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کر کے اس دنیا میں بھی کامیاب ہو جائے اور کل قیامت کے دن اپنے آقا کے سامنے سرخرو ہو جائے اس لیے وہ ماننے والوں پر محبتیں اور شفقتیں نچھاور کرتا اور نہ ماننے والوں کے لیے دن رات کڑھتا رہتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِلَا الْحَدِيثُ آسَفًا﴾ جو خوب صورت چہرے اور مضبوط و توانا جسم دیکھتا ہے تو اسے یہ فکر

دامن گیر ہوتی ہے کہ کہیں کل قیامت کے دن یہ جہنم کی آگ کا شکار نہ ہو جائیں جسے بالآخر یہ کہنا پڑا کہ ”ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میری بات پر کان نہیں دھرتے اور پروانہ وار آگ کے گھڑے میں گرنے کے لیے سر پٹ دوڑے ہی چلے جاتے ہیں اور میں پیچھے سے ان کے دامن پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہوں کہ یہ آگ کا ایندھن نہ بن جائیں۔“ تو قرآن نے کہا:

﴿لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ﴾ جو انسانیت کے درد میں گلا جاتا تھا۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر عرض گزار ہوتا اور پوری رات ایک ہی گزارش میں گزار دیتا۔

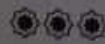
﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ جس کا ظرف اس قدر وسیع تھا کہ پوری انسانیت کے دکھ اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھا اور پھر انہی دکھوں کو رات کے وقت اپنے رب جلیل کے سامنے پیش کرتا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ”نبی کریم ﷺ رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے قیام فرماتے تو آپ کے سینہ مبارک سے ایسی آوازیں آتیں جیسے ہنڈیا پکنے کی آواز“ جـزى الله سبحانه و تعالى محمدا و عنا و عن جميع امتہ خير ما يجزى به عباده المحسنين۔!

امت مسلمہ ہی نہیں پوری انسانیت ختم الرسل والنبيين کی زیر بار احسان ہے۔ کوئی اس احسان عظیم کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ سے دعاء تو کر سکتا ہے کہ اے اللہ تو حضرت محمد ﷺ کو پوری انسانیت کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرما اور انھیں مقام محمود پر متمکن فرما اس طرح وہ بھی اس عمل میں شامل ہو جائے جو خود ذات باری تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا ہر لمحہ ہر گھڑی کا ہے۔ اس آیت کریمہ کے مفہوم کو ذہن نشین کرتے ہوئے ﴿إِنْ تَسْلِمْنَا﴾ وہ بھی کثرت سے درود و سلام کے نذرانے بھیجتا رہے۔ جناب ذات اقدس اس کر اور انسان عظیم کا کسی طور پر بدلہ چکانے کا سوچ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں والے کام میں شامل ہوتے ہوئے آپ پر ایک دفعہ درود و سلام بھیجے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتوں سے نوازا دیا جاتا ہے۔ اب بتائیے کہ کوئی اس عظیم ہستی کا احسان چکا

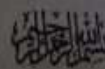
سکتا ہے؟

ان کا احسان کون چکا سکتا ہے؟ بس اس سے نسبت و تعلق ہی مضبوط کرنے کی خاطر اخلاص سے پر دل کی گہرائیوں سے اٹھتے ہوئے محبتوں سے بھرے درود و سلام کے نذرانے صبح و شام پیش کرنے سے تو کوئی عاجز نہیں آ سکتا۔ یہی لگن تھی اور یہی خیال جس نے جناب محترم حافظ محمد سلیمان صاحب کو اس رسالہ کی ترتیب و تدوین کی طرف مائل کیا۔ موصوف پر اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے اور بارہ برس کی عمر تک چہنچہنے سے قبل دورہ حدیث اور حفظ قرآن کی تکمیل کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ حافظ صاحب تجربہ کار ماہر تعلیم، شعر و ادب کے دلدادہ، علم و تحقیق کے چاہنے والے اور جناب رسولؐ سے والہانہ عشق رکھنے والے بزرگ ہیں عشق چاہے دیوانگی کی حد تک بڑھ جائے لیکن ہوش کا دامن ہاتھ سے چھٹنے نہیں دیتے۔ حدیث کے باب میں انھیں نے انھیں بہت محتاط پایا ہے۔ انھوں نے اس رسالہ میں وہی روایات نقل کی ہیں جن کی صحت میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی جمیل کو مشکور بنائے اور انھیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ شاید اس اجر کی بہترین صورت ان کے نزدیک یہی ہو کہ یہ رسالہ لوگوں کے درمیان متداول ہو جائے اور ہر زبان درود پاک کے شغل سے تر ہو جائے۔

اللہمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ أَحْسَنَ صَلَوَاتِكَ
وَ اَتَمِّ تَسْلِيمَاتِكَ وَ اكْمَلِ بَرَكَاتِكَ كَلِمَا ذَكَرَهُ الْذَّاكِرُونَ وَ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ
بَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ أَحْسَنَ صَلَوَاتِكَ وَ اَتَمِّ تَسْلِيمَاتِكَ وَ اكْمَلِ
بَرَكَاتِكَ كَلِمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُونَ۔



مُقَدِّمَتَا (طبع دوم)



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ أَشْرَفِ
الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَصَحْبِهِ سَارَةَ الْغُرِّ الْمُحِبِّينَ وَ مِنْ

البعثہم الی یوم الدین، اما بعد:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی جس کا مفہوم اردو میں کچھ اس طرح سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ نیکی کے کسی کام کو بھی حقیر نہ جانو چاہے یہی کیوں نہ ہو کہ تم اپنے (کسی بھی مسلمان) بھائی کو کھلے (مسکراتے) چہرے سے ملو، ایک دوسری حدیث ہے: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ایک درہم ایک لاکھ درہم سے سبقت لے گیا۔" پھر اس کی وضاحت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس طرح سے بیان فرمائی کہ ایک شخص بہت مال دار ہو وہ اللہ کی راہ میں ایک لاکھ درہم دے دے دوسرا شخص بہت تنگ دست جس کے پاس (محنت و مشقت سے حاصل کیے) دو درہم ہوں ایک درہم وہ اپنی ضرورت کے لیے رکھ لے اور دوسرا درہم اپنے کسی دوسرے ضرورت مند بھائی کو دے دے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں اس ایک درہم کی قدر و قیمت اور قبولیت اس ایک لاکھ درہم سے کہیں زیادہ ہے۔"

ان دو احادیث اور اسی مضمون پر وال بہت ساری قرآنی آیات اور احادیث نبویہ پر گہری نظر ڈالنے سے ایک بات بہت کھل کر واضح ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ اشیاء و اعمال کی قیمت و عظمت کیت و حجم پر نہیں بلکہ ان کی اساس و بناء دو امور پر ہیں:

۱۔ حقیقت شے یا حقیقت الامر

۲۔ اخلاص۔

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے تو درود شریف کی حقیقت کو جاننے کے لیے اس عظیم ہستی کے عظیم الشان مشن اور اس کی پر شکوہ کامیابی کو پہچاننا ہوگا جس نے عالم بشریت کی تقدیر سنواری۔

حضرت ادریس علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک انبیاء علیہم السلام کا موکب عظیم ایک ہی مشن کی تکمیل کے لیے کوشاں رہا۔ اس کے باوجود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت آباد و معروف دنیا کے مختلف معاشرہ کے احوال اور ان کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ تاریخ عالم میں حضرت انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازا اور ضلیۃ اللہ فی الارض کے منصب جلیل پر فائز فرمایا خود اللہ الحق کی پہچان کھو

بیٹھا۔ کہیں بئوٹ الہی کا فاسد عقیدہ پنپا، کہیں ایک اللہ کو کئی خداؤں میں بانٹ دیا تھا، نیکی کا خدا اور تو برائی کا خدا اور۔ کہیں اقا نیم ثلاثہ کا شاخسانہ، کہیں دیویوں میں قوت سیرت و نفوذ کا اعتقاد تھا تو کہیں برہمنوں، پروہتوں کا تسلط حد تو یہ تھی کہ ہاتھی، بندر اور سانپ جیسے جانور بلکہ ہوا، آگ، پانی، سورج، چاند ستاروں تک میں قوت نافذہ مان کر وہ سر جسے الہ حق نے اپنے سامنے جھکا کر ہر چیز سے آزاد کر دیا تھا، جگہ جگہ جبہ سائیوں کی ذلت اٹھائے اذل المخلوقات و اسواہا کے قعر مہانت میں ساقط و گلوں تھا۔

یہ تو انسانی زندگی کا ایک پہلو ہوا۔ اب ذرا اس وقت کے زندہ معاشروں کے دوسرے پہلوؤں کا جائزہ لیجیے۔ اس قدر گھناؤنی اور بھیانک صورت سامنے آئے گی کہ انسانیت ندامت سے سر جھکا لے۔ پھر یکا یک کیسا انقلاب برپا ہوا۔ جزیرۃ العرب کے پسماندہ اور دور دراز علاقے میں لق و دق صحراؤں کے بیچوں بیچ، سنگلاخ و چٹیل پہاڑیوں کے درمیان، مکہ نامی چھوٹے سے شہر اور اس وقت کی مشہور تجارتی منڈی سے روشنی کی ایک کرن پھوٹی جو دیکھتے ہی دیکھتے بقعہ نور بن گئی۔ یہ روشنی اس قدر تیز اور منور تھی کہ چار سو عالم سے ظلمتیں چھٹی چلی گئیں۔

سورۃ الفاتحہ، آیۃ الکرسی، آیۃ الملک، سورۃ الانعام کی آیات، سورۃ النور کی آیات اور سورۃ الحشر کی آخری تین آیات کو ملا کر غور فرمائیے، الہ حق کا کس قدر واضح تصور ابھرے گا۔ اسی تصور کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے اذہان میں اس قدر پختہ فرمادیا تھا کہ حجۃ الوداع کے دوران یوم عرفات کے بارے میں فرمایا کہ جس قدر شیطان آج کے دن ذلیل و مہین ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ وہ یاسیت کے عالم میں اپنے سر پر خاک ڈال رہا ہے کہ اسے یقین ہو گیا ہے کہ آج کے بعد اس کی کھلے بندوں پوجا نہ ہوگی اور حجۃ الوداع سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محنتوں کی قبولیت اور ان پر انعام کا یہ مژدہ جانفزا سنایا۔

❖ قالت اليهود عزیر ابن اللہ۔ و قالت النصارى: المسيح ابن اللہ۔

❖ پر ایک نظر ڈال لیجیے۔ Greek, Egyptian and Hindu Mythologies

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ بِنِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ

الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

تجھی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو یہ خوشخبری سنائی تھی: تو تم کو تمہاری
علی الحنیفیۃ البیضاء اور فرمایا: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔
اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ کتاب اللہ اور
میری سنت۔

وہ ہستی جو انسانیت کے درو سے ہر لحظہ بے تاب اور جس کا ہر لمحہ بشریت کی
سرفرازی و کامرانی کے لیے جہد و سعی کا عکاس ہو جس کی ذات الہیہ حق کی پہچان جس کا
وجود مولائے رحمان و رحیم کی صفات حسنہ کا مظہر و نشان اس پر رب دو جہاں اپنی محبتیں
نعمتیں اور رحمتیں نچھاور کیوں نہ کرے اور اس کے فرشتے ہر دم ان میں اضافہ کی دعائیں
کیوں نہ کریں اور اللہ تعالیٰ اس مبارک عمل میں ہر اس انسان کو جو اس عظیم ہستی کی قدردانی
منزلت کو جان اور مان لے شرکت کی دعوت کیوں نہ دے۔ اور پھر اس ذات اقدس
(صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکات کا اندازہ تو کیجیے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں ان کے
لیے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طلب گار ہو خود اس پر اللہ تعالیٰ دس دفعہ اپنی رحمتیں نازل
فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک صحابی نے دعا کی قبولیت کے بارے میں سوال کیا آپ نے درود
شریف کو شامل دعا کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس سے پوچھا: ایک حصہ درود شریف اور تین
حصہ دعا کر لیا کروں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”(درود شریف) زیادہ پڑھا کرو۔“
صحابی نے کہا: ”نصف حصہ درود شریف اور نصف حصہ دعا کر لیا کروں؟“ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)
نے فرمایا: ”(درود شریف) زیادہ پڑھا کرو۔“ صحابی نے کہا: ”تو پھر میں تین حصے درود اور ایک
حصہ دعا کر لیا کروں؟“ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”(درود شریف) زیادہ پڑھا کر دو۔“

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

﴿قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ مَرَّاتٍ﴾

صحابی نے کہا: "تب تو میں تمام کا تمام درود شریف پڑھ لیا کروں؟" جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم درود شریف ہی پڑھ لیا کرو تو (اس کی برکت سے) اللہ تعالیٰ تمہاری تمام حاجات خود ہی پوری فرما دیا کریں گے۔"

اس سلسلہ میں کچھ اور کہنے کی ضرورت رہ جاتی ہے کیا؟

تجم کے اعتبار سے یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے لیکن اس کا موضوع وہ عظیم الشان عمل ہے جسے خود اللہ تعالیٰ پسند فرمائے اور اس کے فرشتے ہر دم بجالاتے ہیں اور احسان شناس شخص کا فرض ہے کہ وہ محسن انسانیت (ﷺ) کی احسان مندی کا تقاضا پورا کرتے ہوئے اس مبارک عمل کو دہراتا رہے۔

اور جہاں تک دوسری صورت یعنی اخلاص فی العمل کا تعلق ہے تو اس رسالہ نافعہ کے مرتب جناب حافظ محمد سلیمان صاحب اطلال اللہ بقاء و باریک فیہ و فی علمہ عالم خدارسا، فاضل باصفا، قدیمی ماہر تعلیم اور تدریسی میدان کے شہسوار ہیں۔ انھیں ایک ایک حدیث کو اکٹھا کرتے، اس کی صحت و ثقاہت کے بارے میں معلومات لیتے، اردو میں اس کے معانی لینے میں جان کھپاتے تو دیکھا ہی تھا، پھر جس ذوق و لگن سے اس کی طباعت و اشاعت کے مختلف مراحل سے گزر کر اس رسالہ کی ایک ایک کاپی لیے قارئین کے ہاتھوں تک پہنچاتے وقت نظروں میں ایک التجا سیٹھ دیکھا جو چھپائے نہیں چھپتی تھی: "اگر وقت بہم ہو جائے تو ضرور پڑھ لیجیے گا۔" اور جب دل کو پھر بھی اطمینان حاصل نہ ہو پاتا تو ایک ہاتھ میں یہ رسالہ تھماتے تو دوسرے ہاتھ کو اپنے دست ریشمی سے ہلکا سا دباؤ دیتے ہوئے فرماتے: "اس میں کوئی کمی بیشی ہو تو ضرور بتائیے گا۔ اپنے قیمتی مشورہ سے مطلع فرمائیے گا تاکہ آئندہ طبع میں درستی ہو سکے۔"

یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ ہر کوئی اس رسالہ پر ایک نظر ڈال لے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی سعی کو مشکور بھی فرمایا۔ کئی اصحاب جو فضائل درود پر مطلع تو تھے لیکن اس طرف توجہ نہ ہونے کے سبب نہ تو خصوصی اہتمام تھا اور نہ ہی عمل میں استرازا "درود و سلام" کے مطالعہ سے ایسے متوجہ ہوئے کہ درود مبارک کو حرز جان بنالیا اور روز بان کر لیا۔ "عظمت حافظ صاحب کا یہ عمل ہے جس کے بارے میں مجھ ناچیز کو جتنی شاہد ہونے کے حوالہ سے علم ہو گیا

اس کے علاوہ ان کے کس قدر مخالف اعمال ہیں جو خزانہ غیب میں معصون و محفوظ ہیں اور ان کا احاطہ سوائے العلام الوہاب کے اور کسی کے بس میں نہیں۔ میری دعاء ہے رب کریم ان کے لمحات میں اس قدر برکت ڈال دے کہ وہ تادیر اس طرح کے بے شمار اعمال نافعہ کے لیے سعی فرماتے رہیں کہ وہ غیث عمیم کی طرح ہر خشک وتر کے لیے تریاق حیات ہیں۔ حافظ صاحب نے ”درود و سلام“ کی طبع اول سے ایک ایک نسخہ قارئین تک خود جا جا کے پہنچایا اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے تمام نسخے تمام ہوئے تو احباب کی طرف سے طبع ثانی کا تقاضا ہوا تو حافظ صاحب نے ناچیز کو چند سطور بطور پیش لفظ لکھنے کا حکم دیا۔ باعث سعادت جانتے ہوئے بندہ نے فوراً حامی بھری اور ابتدائی چند سطور لکھ بھی لیں۔

لیکن پھر میری کوتاہیاں غالب آنے لگیں۔ دن ہفتوں اور ہفتے مہینوں تک پھیلتے چلے گئے۔ اس دوران محترم حافظ صاحب مسلسل تشریف لاتے رہے دیکھتے ہی فرماتے: میں تو یونہی طے آیا ہوں۔ ان الفاظ کی کاٹ تو دل ناتواں ہی جانتا ہے اور جب یہ سب کچھ کا رگڑ نہ ہوا تو ایک دن فرمانے لگے طبع ثانی کے لیے تقاضا بہت ہے اور ہر کمپیوٹر والے جلدی کر رہے ہیں۔ ایسا کرتے ہیں کہ طبع اول کے پیش لفظ کے ساتھ ہی شائع کر دیتے ہیں۔ اور جب میرے چہرے پر ندامت اور گجراہٹ کے طے جلے آثار دیکھتے تو فرماتے: ”وہ پیش لفظ بہت خوب ہے سب نے تعریف کی ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ اس طرح کی گفتگو میرے اور حافظ صاحب کے درمیان کتنی بار ہوئی لیکن ایک بات تو طے ہے کہ اس قدر صبر و ثبات تو حافظ صاحب ہی کا خاصا ہے اور انھوں نے اس سلسلہ میں جس قدر مشقت و کلفت اٹھائی ہے وہ ان کے لیے بلندی درجات کا ذریعہ بنی ہے تو دوسری طرف میری کوتاہیوں میں اضافے کا سبب۔ میری خواہش ہے کہ یہ حروف نام تمام ”درود و سلام“ سے منسوب ہو جائیں تو شاید میری نجات کی کوئی صورت نکل آئے۔